قُل اِنَّ الفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الہام حضرت مسیح موعود

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

الفضل

Digtized by Khilafat Library

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۴ | ۷۔ نومبر ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۱۱ محرم ۱۳۳۵ ہجری | نمبر ۳۶

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

۴۔ نومبر بروز ہفتہ بیرنگ ہائی سکول بٹالہ کے طلباء کا تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے ہاکی اور فٹ بال کا میچ ہوا۔ تعلیم الاسلام کی ٹیم نے چھ گول پر فٹ بال میں اور پانچ گول پر ہاکی میں کامیابی حاصل کی۔ اسی دن بیرنگ سکول کی ٹیم نے جنٹلمین ٹیم سے ہاکی میں مقابلہ کیا۔ اور ۶ گول پر ہار گئی۔

عنقریب کوئی صاحب جناب قاضی عبداللہ صاحب بی۔اے بی ٹی کے ساتھ ملکر کام کرنے کے لئے ولایت بھیجے جائینگے

اس ہفتہ محرم کی تعطیلات کی وجہ سے اکثر ملازمت پیشہ احباب اور کالجوں کے طلباء قادیان تشریف لائے ہ

جناب مفتی محمد صادق صاحب واپس آگئے ہیں ہ

اخبار احمدیہ

ایک عیسائی سے گفتگو

برادر حسن محمد خان صاحب احمدی ایبروارڈی خاندیس سے تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک یورپین نامی ڈال گرین مسیحی مشنری جسکے ساتھ دو ایک دیسی مسیحی بھی تھے۔ ایبروڈی میں آیا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ مسیحی مشنری نے کہا کہ آپ کہتے ہیں۔ عہد نامہ عتیق و جدید محرف و مبدل ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ تمہاری سمجھ کا ہی قصور ہے محرف مبدل نہیں ہے کتاب استثناء کا خاتمہ۔ مرقس کا ابتداء یوحنا باب ۵ مرقس باب ۱۵ متی باب ۲۳ کی آیت ۱۳ وغیرہ وغیرہ نکالکر دکھائے۔ دو تینوں حیران رہ گئے۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آخر کہنے لگا۔ مسٹر ہم آپ سے بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ تو ہماری کتاب کو ہی محرف مبدل کہتے ہیں یہ کہکر سلام کہتے ہوئے بازار میں چلے گئے۔ پارہ انگریزی اسکو دیا۔ تھوڑا دے جبراً ہمراہ تو لے گیا۔ دیکھیں اب واپس دے جاتا ہے یا کہ رکھ لیتا ہے ہ

فروتنی

احاطہ بمبئی کے بعض اضلاع میں پلیگ شروع ہو گئی ہے۔ خاص کر شہر سورت میں اور ضلع احمد نگر اور ضلع دہولیہ کے متعلقہ قصبوں میں بڑے زور شور سے لوگ طاعون سے مر رہے ہیں۔ چنانچہ عاجز کے قرب و جوار کے قصبوں مثلاً تحصیل نندربار۔ پرکاشا۔ شاہدا۔ ڈونڈاجہ گر منڈا وغیرہ میں کثرت سے لوگ دابۃ الارض کا شکار ہو رہے ہیں۔

مذکورۃ الصدر قصبہ نندربار میں یہ عاجز ایک دفعہ ہوٹل میں بیٹھا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اثبات میں کچھ آیات قرآنی سنا رہا تھا کہ اتنے میں ایک مولوی صاحب نے (جو علم و فضل

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا)

میں اپنے نظیر آپ ہیں) لاجواب اور برافروختہ ہو کر جھنجلاتے ہوئے اور فواحشات بکتے ہوئے میرے گال پر زور سے ایک طمانچہ رسید کیا۔ مگر حضرت مسیح محمدی کے اس ناچیز غلام نے صبر کیا۔ جسکے بہت سے لوگ شاہد ہیں۔ مسیح ناصری نے تو حکم دیا ہوا ہے کہ "ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دو" مگر کبھی مسیحی حضرات نے اس حکم کو عملی لباس سے مزین آج تک نہیں کیا۔ ہاں مسیح محمدی کے خادم بے دام غلام جو بدی کے مقابلہ میں بدی نہ کرو" اپنے آقا کے بتائے کے حکم کی قدر سر آنکھوں سے کرتے ہیں۔ اور کرنے کو تیار ہیں۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد دھیڑ مار نیوالے مولوی صاحب کی لڑکی ایک خطرناک جرم میں گرفتار ہوئی جسے نابالغ ہونے کی وجہ سے چار سال کی سزا دیگئی۔ اسی جرم کی لپیٹ میں مولوی صاحب بھی آ گئے۔ اور بہت رسوائی کے بعد پچاس روپے جرمانہ ادا کرنے پر رہا ہوئے

نماز جنازہ

برادر احمدالدین صاحب سکنہ تلونڈی راہ والی ضلع گوجرانوالہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں اور مرحوم کے لئے دعا مغفرت کریں +

دعائے صحت

چودہری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹی ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ اور بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ چودہری صاحب موصوف کے لئے دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالے ان کو صحت عطا فرمائے +

شہر جھنگ

سے ہمارے ایک نامہ نگار تحریر فرماتے ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ شہر جھنگ میں بھی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے سعید روحیں سلسلہ عالیہ کی طرف جذب ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اور باقاعدہ جمعہ ہوتا ہے۔ باوجود سخت کوشش اور مخالفت کے حاضرین کی کافی تعداد ہو جاتی ہے۔ مسجد حاصل کر لیگئی ہے۔ اور اس کے وسیع کرنے کے لئے کچھ ملحقہ زمین بھی مفت مل گئی ہے۔ ابتدا میں صرف تین چار اشخاص ہوتے تھے۔ اب کم از کم بیس تک تعداد ہو جاتی ہے۔ اور یہ صرف ایکماہ کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ خاکسار کو شہر جھنگ کے مدرسہ وسیی میں بہ تعلق ملازمت تعیینات ہوئے اب پانچواں مہینہ گذرنے کو ہے

اگر مدرسہ میں آتے ہی تبلیغ شروع کر دیتا۔ تو آج بہت کچھ کامیابی حاصل ہو گئی ہوتی۔ مگر چونکہ اس وقت خیالات پیامی تھے۔ اسواسطے تبلیغی جوش ندارد تھا۔ خدا بھلا کرے مولوی نظام الدین صاحب مبلغ کا جن کے سمجھانے سے مسائل اختلافیہ کی اچھی طرح سمجھ آ گئی۔ اور تبلیغ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اس بات کو عرصہ ڈیڑھ ماہ ہوا ہے۔ اس عرصہ میں میاں الدین درزی۔ اللہ دتا۔ کریم بخش درزی اور الٰہی بخش درزی نے بیعت کر لی ہے۔ اور چار دیگر اشخاص بیعت کے لئے تیار ہیں۔ اور حضرت اقدس کو نبی اللہ تسلیم کرتے ہیں خوشی کی بات ہے کہ سوائے ایک یا دو کے باقی سارے پڑھے لکھے ہیں۔ ارادہ ہے کہ کچھ عرصہ قادیان رہ کر تعلیم اور تربیت حاصل کروں۔ اور پھر اپنے ضلع میں تبلیغ کروں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ کامیابی فرمائے +

جنگ کی خبریں۔

اتحادیوں کی جارحانہ کارروائی

لنڈن یکم نومبر۔ پیرس کا ایک نامہ نگار مظہر ہے کہ ہمنے لاہوئیس کے شمال مشرق کی طرف پھر ترقی کی۔ سیلی سیلی میں دشمن کے شدید حملے رد کئے گئے۔ اور ہم نے ۲۰۰ قیدی گرفتار کئے +

اہم فتوحات

لنڈن ۴ر نومبر۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ سوم کے شمال میں ہمنے دن کے دوران میں اہم فتوحات حاصل کیں۔ لاہوئیس شمال مشرق میں رات کے وقت کی فتوحات کے بعد ہمنے ایک لڑائی کے بعد دشمن کی دو خندقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۲۵ قیدی گرفتار کئے۔ سیلی سیلی کے جنوب مشرق میں ایک اور حملہ کر کے ہمنے دشت سینٹ پیری والٹ کے مغربی حصے پر واقع خندقوں کے ایک مضبوط سلسلہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ۵۰ قیدی گرفتار کئے۔ دشمن کی لاشوں کی تعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کو کامل اور سخت شکست نصیب ہوئی +

ہمنے محاذ ورڈون پر ۲۴ر اکتوبر سے ۶۰۰ ۲ غیر مجروح قیدی گرفتار کئے۔ جنمیں ۱۳۰ آفیسر ہیں۔ صرف ۲۴ر اکتوبر

کو جو سامان چھینا گیا تھا۔ اس میں سے جو اس وقت تک شمار کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے :۔ ۲۵ توپیں جنمیں ۵ بھاری توپیں ہیں ۱۰ خندقی تو پیں۔ ۱۴۴ کلدار توپیں۔ ۱۰ ابے تار برقی آلے کثیر تعداد بندوقیں۔ بم اور گولے وغیرہ +

چینی باغی کی وفات

لنڈن ۴ر نومبر۔ شنگھائی ۱۹۱۳ء میں یوآن شیہہ کائی کے خلاف سازش میں جس انقلاب پسند نے سرگردہ حصہ لیا تھا۔ اب جس کا نام ہوانگ۔ سنگ تھا۔ فوت ہو گیا ہے +

آسٹرین ریزروں کی طلبی

لنڈن یکم نومبر۔ زوریچ سے موصول شدہ ایک تار خبر مظہر ہے کہ آسٹرین لنڈسٹرم کے ۵۴ اور ۵۰ سال کے درمیان عمر کے آدمی طلب کئے گئے۔

ہم رومانیا

لنڈن ۳ر نومبر۔ ایک رومانوی اعلان مظہر ہے کہ سرحد مولڈاویا اور ٹرانسلوینیا کے درمیان صورت معاملات غیر مبدل ہے۔ وادی پراہووا میں تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دشمن کے جوابی حملے روکے گئے۔ ڈریگوسلاویلی میں درہ لوئٹزبرگ کے جنوب میں دشمن کا ایک حملہ رد کیا گیا۔ درہ وولکن کے مغرب میں دشمن کا تعاقب جاری ہے۔ توپخانہ کا کثیر مقدار سامان اور دیگر سامان اشیاء ہمارے ہاتھ آئیں +

یونان کی حالت

لنڈن ۳ر نومبر۔ ایتھنز۔ گورنمنٹ نے جو یونانی سپاہیوں اور توپخانہ کی کمک رکیسٹرنی کو بھیجی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ وینزلیسٹ سپاہ نے قبضہ کر لیا ہے۔ اکیرمیروتی سالونیکا کے جنوب مغرب میں ۴۰ میل کے فاصلے پر ہے +

مقدونیہ میں پیشقدمی

لنڈن ۲ر نومبر۔ سالونیکا سے موصول شدہ ایک سرکاری پیغام مظہر ہے۔ کہ سرویوں نے علاقہ سرنا میں بلغاریوں کے جوابی حملے روکے۔ اور باوجود دشمن کی شدید مزاحمت کے خوب ترقی کی۔ دشمن کا بہت نقصان ہوا۔ اور بہت سے قیدی گرفتار کئے گئے +

پولینڈ کے لئے امداد

لنڈن ۳ر نومبر۔ اہل پولینڈ کی امداد کے لئے پوپ نے دنیا بھر کے کیتھولک شیعوں سے جو اپیل کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ۴ کروڑ روپیہ جمع ہو گیا ہے یہ روپیہ سوئٹزرلینڈ کی پولش کمیٹی کے پاس روانہ کیا جائیگا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان ۔ مورخہ ۷ ۔ نومبر ۱۹۱۶ء

نئی روشنی پُرانی ظلمت ہے

خیالات کی پستی ذلّت کی علامت ہے

جب کسی قوم پر ذلّت اور ادبار کے دن آتے ہیں تو اس میں اعلےٰ خیالات کی بجائے ادنیٰ اور حقیر خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا ہونا ضروری ہی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو پھر ذلّت اور ادبار کا پتہ کیونکر لگ سکتا۔ دُنیا میں اس قسم کے ہزاروں انسان دیکھنے میں آتے ہیں۔ جن کے وہم وگمان میں بھی کبھی بلند خیالات کا گذر نہیں ہو سکتا۔ کیوں؟ اسلئے نہیں کہ ان میں عقل نہیں یا وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ کہ اعلےٰ خیالات کا کیا فائدہ ہوتا ہے۔ بلکہ اسلئے کہ زمانہ کے تغیرات نے ان کے خیالات کو اسقدر پست کر دیا ہے کہ ان میں بلند ہونے کی ذرا بھی طاقت نہیں رہی۔ اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے۔ جبکہ کوئی قوم ذلّت کے انتہائی نقطہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر اس کا سنبھلنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کو خدا تعالےٰ نے ایسی قوموں کے واقعات بتلائے تھے۔ اور صرف اس لئے بتلائے تھے۔ کہ وہ ان سے فائدہ حاصل کریں لیکن افسوس کہ انہوں نے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اور آج وہ اندوہناک وقت آ گیا۔ جبکہ مسلمانوں کی ذلّت اور رسوائی بھی درجہ کمال کو پہنچ گئی۔ اور ان کے دل و دماغ سے اعلےٰ خیالات مفقود ہو گئے ؎

بنی اسرائیل کی نسبت قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرعون کی غلامی میں رہ کر ایسی پست اور سفلہ خیالات رکھنے والی قوم ہو گئی تھی۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسکو فرعون کے مظالم سے نجات دلا کر مصر سے اس کے آبائی وطن ملک شام کی طرف لے چلے۔ تاکہ وہاں خود مختار قوم کی حیثیت سے نشوونما پائے۔ اور اس ادنےٰ اور ذلیل زندگی کو چھوڑ کر آزادانہ زندگی بسر کرے۔ مگر اس کو راستہ میں ہی زمینداری کا خیال کود پڑا اور باوجود اسکے خدا تعالےٰ کا انکو سلطنت دینے کا وعدہ تھا لیکن اُس نے خدا تعالےٰ کے وعدہ کی بھی کوئی پرواہ نہ کی کیوں؟ اس لئے کہ اسکے خیالات اسقدر پست ہو چکے تھے کہ اُسے یقین ہی نہ آ سکتا تھا کہ ہمیں بھی حکومت مل سکتی ہے۔ اس پست خیالی اور تنگ ظرفی کی جو انہیں سزا ملی وہ یہ تھی۔ کہ ضربت علیھم الذلة والمسکنة وباؤ بغضب من اللہ انہیں ذلّت اور مسکنت کی مار ماری گئی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کا غضب اپنے اُوپر لے آئے ؎

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اور خوب کہا کہ اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر وہ اعلیٰ نعمت جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے کیا اُسکے بدلے تم اس ادنےٰ چیز کو پسند کرتے ہو۔ لیکن ان کی ذلت آلود نگاہیں اعلےٰ اور ادنیٰ میں فرق نہ کر سکیں۔ اور ان کے مسخ شدہ خیالات اور حوصلے اعلےٰ کی بجائے ادنیٰ پر ہی قناعت کرنے کو تیار ہو گئے۔ ورنہ اگر ان میں ذرا بھی ہمت اور غیرت ہوتی۔ تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ حضرت موسیٰ تو کہتے ہیں۔ یاقوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم کہ اے میری قوم تم بے خطر ملک شام میں داخل ہو جاؤ۔ خدا تعالےٰ نے فتح تمہارے ہی حق میں لکھ دی ہے۔ لیکن چونکہ ادبار اور ذلّت کے اثر سے فتحمندی کے خیالات ہی انکے دلوں سے مٹ چکے تھے۔ اور انہیں اپنے فاتح ہونے کا یقین ہی نہیں آ سکتا تھا۔ اسلئے انہوں نے اسوقت زمینداری کو ہی ترجیح دی اور وہی اختیار کر کے ذلیل رہنا پسند کر لیا۔

یہ تو ایک ایسی مثال ہے۔ جس سے دنیاوی طور پر ایک قوم کی ذلّت کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن یہی حالت عالم رُوحانیات میں بھی نظر آتی ہے۔ جب کوئی قوم کسی نبی اور مُرسل کے ذریعے رُوحانی ترقی اور وصال الٰہی حاصل ہونے کے بعد اپنی بداعمالی کی وجہ سے نیچے گر جاتی ہے۔ تو پھر اسکی نظر میں رُوحانی زندگی ہرگز نہیں جچتی۔ حتےٰ کہ اس زندگی کے لطف سے ناآشنا ہونے کے باعث اس سے نفرت کرنے لگ جاتی ہے۔ اور ایک چوہڑے کی طرح جو دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اپنی کچھ حیثیت نہیں سمجھتا حتےٰ کہ اپنی انسانیت کو بھی جو طرفین میں مشترک ہے۔ پیش نہیں کر سکتا۔ اپنے آپ کو ایسا سمجھ لیتی ہے کہ خدا تعالےٰ کا کوئی رُوحانی فیض اس پر نازل نہیں ہو سکتا قرآن کریم سے ایسی قوم کا بھی پتہ لگتا ہے۔ لیکن کسقدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اگر آنحضرت سے پہلے کسی قوم نے اپنی بدبختی اور رُوحانی ادبار کے زمانہ میں لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کہا۔ تو آج مسلمان بھی دروازۂ نبوت کو بند کر کے اپنی رُوحانی تنزل کا ثبوت دے رہے ہیں۔ چنانچہ کسی شخص کے خدائی کا دعوےٰ سے یہ کہنے پر ایڈیٹر اخبار نئی روشنی اپنے پرچہ مجریہ ۲۰ اکتوبر ۱۶ء کے صفحہ ۷ پر لکھتا ہے کہ

”سرزمین پنجاب میں جناب مرزا قادیانی نے پیغمبری کا دروازہ کھولکر خدائی کی بھی شاہراہ کھول دی ہے۔“

حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ جس دن سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ آئندہ کے لئے خدا تعالےٰ نے انعام نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اُسی روز سے انہوں نے اپنے اوپر ذلت و ادبار کا دروازہ کھول لیا ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج دیگر رُوحانیت سے دُور افتادہ اقوام میں جن کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایٰتنا۔ اور موجودہ زمانہ کے نام نہاد مُسلمانوں میں کوئی امتیازی فرق باقی نہیں رہا۔ اگر مسلمان اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے اپنے نبی کے کچھ معجزات پیش کرتے ہیں۔ تو عیسائی اور ہندو اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر پیش کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک فریق اپنے قصوں پر ہی خوش ہو رہا ہے۔ نہ مسلمانوں کے پاس کوئی زندہ ثبوت موجود ہے۔ اور نہ دیگر مذاہب والوں کے پاس۔ اسلئے مُسلمانوں اور دوسروں میں یہ الامتیاز نظر نہیں آتا۔ چونکہ مُسلمانوں نے اپنے اُوپر رُوحانی فیوض کے دروازے کو بند سمجھا۔ تو خدا تعالےٰ نے بھی اپنے انا عند ظن عبدی فرمان کے مطابق ایسے لوگوں سے اس دروازے کو بند کر دیا۔ حالانکہ سب سے بڑا اگر کسی مذہب کی سچائی کے لئے کوئی امتیازی نشان ہو سکتا ہے۔ تو وہ وحی والہام ہی ہے۔ مگر مُسلمانوں نے اسے مقفل کر دیا۔ ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایٰتنا۔

انبیاء کا وجود خدا تعالےٰ کی ہستی کا سب سے بڑا اور زندہ نشان ہوتا ہے۔ بلعم کو جو خدا تعالےٰ نے کُتے سے تشبیہ دی ہے تو اسی لئے کہ اس نے حضرت موسیٰ کا انکار کیا۔ پس مسلمانوں کا بھی جب تک یہی عقیدہ ہے کہ آئندہ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور جو نبی بھی انہیں مبعوث ہوگا۔ اس کا انکار کرتے۔ اور بلعم ہی کہلائینگے۔

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر اور غالب رہیگا۔ اس زمانہ میں وہ گروہ صرف احمدیوں کا ہی ہے۔ یہ قصوں کے مقابلہ میں قصے پیش نہیں کرتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اسکو ظاہر بین علی الحق کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کا وجود بطور ایک زندہ نشان عطا فرمایا۔ باوجود اسکے کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ مگر پھر بھی دُنیا میں وہ ایسے ایسے نشانات چھوڑ گئے ہیں۔ جن سے آپ کی اور آپکے سچے متبعین کی صداقت پر مُہر لگتی ہے۔ اور ایک طالب حق بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے۔ کہ واقعی مرزا صاحب کا اس علام الغیوب سے تعلق تھا۔ جو قدیم سے انبیاء کو مبعوث کر کے ان کو اظہار علی الغیب بخش کر ان کی راست بازی اور مستجاب الدعوات ہونے کا ثبوت دیتا رہا ہے۔

چنانچہ موجودہ جنگ ہی آپ کی سچائی کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ آپنے اس جنگ کی پیشگوئی اُس وقت کی جبکہ حکومتیں یہ کہتی تھیں۔ کہ اب تہذیب و شائستگی بہت وسیع ہو گئی ہے اسلئے خونریزی کا وجود دنیا میں ناممکن ہے۔ مگر اس خدا نے جس کی طرف سے مسیح موعود آئے۔ اُن کی تمام تہذیب و شائستگی بھلا دی۔ اور وہ خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ کہ تاریخ عالم میں کہیں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ نئی روشنی کے ایڈیٹر کو رونا اور ماتم کرنا چاہیئے تھا کہ وہ اور اسکے ہمخیال خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان انعام سے محروم کر دئے گئے ہیں۔

پہلی اُمتوں میں نبی آتے رہے۔ اور پے در پے آتے رہے۔ لیکن مسلمانوں کو خدا نے اس نعمت سے محروم کر دیا۔ پہلی اُمتیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے زندہ ثبوت اپنی آنکھوں دیکھ کر اعلے درجہ کا ایمان اور ایقان حاصل کرتی رہیں۔ لیکن مسلمانوں کو یہ بات نصیب نہ ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت کا دروازہ کھلا تھا۔ اور خدا تعالیٰ ایسے انسانوں کو جو روحانیت میں اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتے تھے۔ انعام نبوت عطا فرماتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد یہ دروازہ بند ہو گیا۔ اب خواہ کوئی کسقدر تقویٰ و طہارت زہد و اتقا میں بڑھ جائے۔ ممکن نہیں کہ نبوت کا دروازہ ان کے لئے کھل سکے۔ اور وہ اس مرتبہ کو حاصل کر سکے۔ ایڈیٹر صاحب نئی روشنی کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اور اُسکے ہمخیال مسلمان نبوت کا دروازہ بند کر کے کیسی خطرناک جرأت کر رہے ہیں۔ اور کیسی ڈھٹائی دلیری سے نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ہتک کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تو اسطرح کہ آپکے آنے کی وجہ سے نبوت کا دروازہ جو پہلے کھلا تھا۔ بند ہو گیا۔ گویا آپ اگر نہ آئے ہوتے۔ تو وہ کھلا رہتا۔ اور کئی نبی بن سکتے۔ لیکن آپنے آکر خدا تعالیٰ کے اس انعام کے دروازہ کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اس سے بڑھ کر آپکی اور کیا ہتک ہو سکتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے متعلق یہ خیال رکھنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تو وہ نبی پر نبی بھیجتا تھا۔ لیکن آپکے بعد وہ کسی انسان کو نبی بنا کر نہیں بھیج سکتا۔ گویا (نعوذ باللہ) اب اس میں کسی کو نبوت کا انعام دینے کی طاقت نہیں رہی۔ یہ کیسے خطرناک خیالات ہیں۔ کاش! ایڈیٹر صاحب نئی روشنی اور ان کے ہم عقیدہ لوگ اسپر غور کریں۔ اور اپنی ذلت اور ادبار کا اندازہ اپنے خیالات سے ہی لگالیں۔

ہمیں تعجب ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب نئی روشنی کے قلم سے یہ نادانی کا فقرہ کیوں نکلا۔

”جناب مرزا قادیانی نے پیغمبری کا دروازہ کھولکر خدائی کی بھی شاہراہ کھولدی ہے۔“

اگر کسی شخص کے خدائی کا دعوےٰ کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کسی نے پیغمبری کا دعوےٰ کر کے اس کے لئے خدا بننے کی شاہراہ کھولدی ہے۔ تو کیا ایڈیٹر نئی روشنی ہمیں بتائیگا۔ کہ انا ربکم الاعلےٰ کہنے والے کے دعویٰ خدائی کا کون موجب ہوا تھا۔ کیا اس نے بھی کسی کے نبی ہونے کے دعویٰ کو دیکھ کر خدا بننے کی جرأت کی تھی۔ اور اگر یہی بات درست ہے۔ تو کیا جسکے نبی ہونے کے دعویٰ کو اس نے دیکھ کر اپنے آپ کو خدا کہا تھا۔ اس کو نئی روشنی کا ایڈیٹر نبی مانتا ہے یا نہیں۔ پس اگر اس وقت کسی کے خدائی دعوے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ فرعون کے خدا بننے پر کسی اور نبی پر بھی اعتراض پڑے۔ لیکن یہ کہنا محض نادانی اور جہالت ہے کہ کسی کے نبی کا دعوےٰ کرنے سے فلاں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اور ”نئی روشنی“ کے اندھیرے اور تاریکی میں ہونے کا ثبوت۔

نبوت تو وہ انعام ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے پاک بندوں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ اور جب تک دُنیا قائم ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے اس انعام کا دروازہ بھی کھولا ہوا ہے۔ اگر کوئی بدبختی سے اسے بند سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے۔

ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنا دے۔ تا ان کے ذلیل اور کمینہ خیالات دُور ہوں۔ اور یہ ذلت اور ادبار کے گڑھے سے نکلکر حق اور صداقت کی مضبوط چٹان پر کھڑے ہو جاویں۔

پیامی مبلغ کی مغالطہ دہی

کچھ عرصہ سے پیام میں کبھی کبھی اس قسم کی تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ جن میں فسخ بیعت اور جماعت باغیہ کے ساتھ ملنے کا اعلان ہوتا ہے۔ ایسی تحریریں شائع کرانیوالے بعض تو ایسے شخص ہیں جنکا مبائعین سے تو کچھ تعلق ہی نہیں۔ اور اگر وہ اپنے خیال میں کچھ تعلق سمجھتے تھے۔ تو نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور بعض ایسے جو پیامی مبلغوں کی دھوکہ دہی کا شکار ہو کر انکے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں لیکن جب اُن پر حقیقت کھلتی ہے۔ تو وہ پیامیوں پر ہزار لعنت بھیجنے لگتے ہیں۔ چند ہی دن کا ذکر ہے کہ پیام صلح میں ایک شخص مستری محمد حسین صاحب نیو ریاست پٹیالہ کی طرف سے عقائد محمودیہ سے بیزاری کے عنوان کے ماتحت شائع کیا گیا تھا کہ:۔

”میں میاں صاحب کے عقائد کو غلط جانتا ہوں ..... اس لئے میں انکی بیعت فسخ کرتا ہوں۔“

اسکے متعلق ہمارے پاس مستری محمد حسین صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل تحریر برائے اشاعت پہنچی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پیامی مبلغ کسقدر دھوکہ دہی کو کام میں لاتے اور فریبکاری سے کام کرتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ انکے اس قسم کے اعلانوں میں کہاں تک صداقت و راستی ہوتی ہے۔ مستری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

”پیغام صلح کے کسی پرچہ میں از طرف محمد حسین مرہم عیسیٰ مجھ عاجز کا اعلان دربارہ فسخ بیعت خلافت عالی شائع ہوا ہے جس کا فدوی کو سخت افسوس ہے۔ یہ اعلان محض دروغ بیفروغ ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

اصل بات یہ ہے کہ مرہم عیسیٰ نے مجھے کہا کہ آپ ظلی و بروزی نبوت تو مانتے ہیں میں نے کہا جیسے حضرت امام نے فرمایا ہے ویسے بروز و ظلی ضرور مانتا ہوں وہ کہنے لگا۔ تو پھر آپ یہ لکھ دیں میں نے کہا [illegible]

حقایق حدیث

باب شعب الایمان

ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

حدیث ۔ عن سالم عن ابیہ انہ سمع النبی صلعم رجلاً یعظ اخاہ فی الحیاء فقال الحیاء من الایمان

ترجمہ :۔ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا کی بابت کہہ رہا تھا۔ کہ حیا کرنے سے دنیا کے کام نہیں چلتے ۔ یہ سن کر رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ حیا تو ایمان سے ہے ۔اور ایماندار آدمی کبھی ناکام نہیں ہو سکتا ۔

حدیث ۔عن ابی قتادۃ قال کنا عند عمران بن حصین فی رھط منا وفینا بشیر بن کعب فحدثنا عمران یومئذ قال قال رسول اللہ صلعم الحیاء خیر کلہ قال او قال الحیاء کلہ خیر فقال بشیر بن کعب انا نجد فی بعض الکتب او الحکمۃ ان منہ سکینۃ ووقارا للہ ومنہ ضعف قال فغضب عمران حتی احمرتا عیناہ وقال الا ارانی احدثک عن رسول اللہ صلعم وتعارض فیہ قال فاعاد عمران الحدیث قال فاعاد بشیر فغضب عمران قال فما زلنا نقول انہ منا یا ابا نجید انہ لا باس بہ ۔

ترجمہ ۔ عمران بن حصین نے ایک مجلس میں یہ حدیث سنائی کہ الحیاء کلہ خیر ۔ حیا سب کا سب خیر ہے۔ تو بشیر بن کعب نے کہا۔ کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے ۔ کہ حیا سے ضعف پیدا ہوتا ہے ۔ اسپر عمران کو اسقدر غضب آیا۔ کہ اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ اور کہا۔ کہ میں تو تجھے رسول کریم صلعم کی حدیث سناتا ہوں۔ اور تو اسکا حکمت سے مقابلہ کرتا ہے۔ یہ کہنے والے نے غلط کہا ہے ۔ کہ حیا سے ضعف پیدا ہوتا ہے ۔ضعف تو بزدلی کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ اور حیا سے تو ایک قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی باوجود طاقت کے پھر انسان کسی بات سے رک جاتا ہے ۔

حدیث ۔عن عبد اللہ بن عمرو ان رجلاً سال رسول اللہ صلعم ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف ۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رجلاً سال رسول اللہ صلعم فقال ای المسلمین خیر قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔

ترجمہ ۔ ایک شخص نے رسول کریم صلعم سے دریافت کیا۔ کہ کون اسلام افضل ہے۔ یعنی کن اعمال سے انسان کا اسلام افضل ہو جاتا ہے ۔ فرمایا ۔کہ کھانا کھلانا واقف اور ناواقف کو السلام علیکم کہنا ۔معلوم ہوتا ہے ۔سائل اپنی اعمال میں سست تھا ۔کیونکہ دوسرے شخص کے اسی قسم کے سوال پر اس کو اسی کی حالت کے مطابق جواب دیا گیا ہے ۔جو یہ ہے ۔کہ من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔ یعنی جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچتے رہیں۔ وہ مسلمان ہے ۔معلوم ہوا کہ یہ شخص مسلمان بھائیوں سے گفتگو اور لین دین میں اچھی حالت نہ رکھتا ہوگا ۔ اس لئے اس کو رسول کریم صلعم نے یہ حکم فرمایا ۔

حدیث ۔عن انس عن النبی صلعم قال ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار۔

ترجمہ ۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ۔جو انسان پر اپنا اثر نہ ڈالتی ہو ۔یہاں تک کہ پتھر اور دیگر غیر جاندار اشیاء بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہتیں ۔ انسان باغ میں جائے پھول کھلے ہوں ۔ تو اس کے دل پر کیا ہی خوشگوار اثر پڑتا اور اسے فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے ۔ باغ کی لطافت کا اثر اُس کے دل ودماغ خوب محسوس کرتے ہیں ۔ ہاں یہ بھی ضروری نہیں ۔کہ انسان ہر ایک چیز کے اثر کو محسوس کرے ۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے ۔کہ ایک چیز اس پر اثر کرتی ہے ۔ لیکن اسے پتہ بھی نہیں لگتا ۔ یا وہ چیز اتنا کم اثر کرتی ہے ۔کہ جسکا پتہ لگ ہی نہیں سکتا ۔ یا اثر قبول کرنے والے میں محسوس کرنے کی طاقت ہی نہیں ہوتی یا اثر ڈالنے والی چیز اپنا اثر ڈالنے کی کوشش تو کرتی ہے لیکن اثر ڈال نہیں سکتی ۔ بہرحال چیزوں کا اثر ڈالنا اور قبول کرنا ضرور ثابت ہے ۔بجلی کے تار کا ہینڈل کسی کے ہاتھ میں دیا جائے ۔ تو اس کے ہاتھوں پر وہ اپنا فوری اثر ڈالنا شروع کر دیگا ۔ اگر ایسا نہ ہو ۔ تو وہ بجلی کا تار ہی نہ ہوگا ۔ یا ہوگا ۔تو اس میں اس مقدار کی طاقت نہ ہوگی ۔جو اثر ڈال سکتی ہے ۔ یا اس شخص کے حواس ہی از کار رفتہ ہو چکے ہوں گے ۔ اور اثر کو محسوس ہی نہ کر سکتا ہوگا ۔

ایمان ان سب چیزوں سے زیادہ مؤثر چیز ہے ۔ مگر یہی اس کی بھی صورتیں ہوتی ہیں ۔ اسی لئے رسول کریم صلعم فرماتے ہیں ۔ ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ۔جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں ۔ وہی اپنے ایمان کی حلاوت پاتا ہے اول یہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے سوا جو کچھ بھی ہے ۔ اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے اس کو محبت ہو ۔

دوم ۔کسی سے دوستی اس لئے کرے ۔ کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کا ہی حکم ہے ۔ اور کوئی غرض درمیان میں نہ ہو ۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی بھی ہو سکتی ہے ۔

سوم ۔ کہ کفر کو دوبارہ اختیار کرنا ایسا سمجھے ۔ جیسا آگ میں دوبارہ پڑنا ۔

وہ شخص جو کسی بدی سے نفرت کر کے اسے مہلک چیز سمجھ کر چھوڑتا ہے ۔ وہ پھر اسے اختیار کرنے کو ایسا ہی سمجھتا ہے ۔ کہ اگر اب میں نے وہ بدی کی ۔ تو بس آگ میں ہی جا پڑا ۔ درحقیقت جس انسان کو ایمان کا مزہ آجاتا ہے ۔ اسپر ایمان کی حلاوت ایسا اثر ڈالتی ہے ۔ کہ اس کے خلاف ایمان کوئی بات کرنا ایک جلانے والی آگ نظر آتی ہے ۔ اور ایسی آگ جو اسے اس دنیا کی آگ سے بہت بڑھ کر مہلک معلوم ہوتی ہے ۔کیونکہ دوسری حدیث میں آیا ہے ۔ ومن کان ان یلقی فی النار احب الیہ من ان یرجع الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ ۔

رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے ۔ کہ جب تک کوئی آدمی اپنے اہل اپنے مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے

محبت نہ کرے۔ تب تک اُسے ایمان کامل حاصل نہیں ہوتا۔ یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں فرمائی ہیں۔

حدیث ۔ عن انس بن مالک عن النبی صلعم قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ او قال لجارہ ما یحب لنفسہ۔

ترجمہ ۔ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ کہ انسان اس وقت تک ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ دوسروں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

بعض لوگوں نے اس مضمون پر بحث کی ہے۔ کہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملانا بہتر ہے۔ یا صرف خود ترقی کرتے جانا بہتر ہے۔ اور یہ کہ سب قوم کے لوگ ایک حالت پر ہونے چاہئیں۔ یا اُن میں سے چند ترقی کرنے والے ہی قوم کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے اس کے دو شق قرار دئے ہیں۔ اول یہ کہ سب کامل کر ترقی کی طرف قدم اٹھانا۔ دوم یہ کہ چند کا آگے نکل جانا۔ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی ہو۔ وہی قوم کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ لیکن اسلام اِن دونوں حالتوں کو لازمی قرار دیتا ہے۔ اور اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے۔ کہ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہوں۔ ان کو بھی اپنے ساتھ ملاؤ۔ اور خود آگے بڑھو۔ پھر جب وہ پیچھے رہ جائیں۔ تو ان کو گھسیٹ کر ساتھ ملا لو۔ یعنی خود تو چھلانگ مار کر آگے بڑھو۔ لیکن وہ جو چھلانگ نہیں مار سکتے۔ انہیں اپنے ہاتھ کا سہارا دیکر آگے بڑھاؤ اور اپنے ساتھ ملا لو۔ یہ ایماندار کا کام اور ایمان کے لئے لازم رکھا گیا ہے۔ اس طریق سے اسلام نے اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا مذہبی طور پر ضروری قرار دے دیا ہے۔

حدیث ۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ

ترجمہ ۔ جس شخص کی دست اندازیوں کی وجہ سے ہمسایہ بے امنی میں ہے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا یعنی یہ کام جنت سے دور رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد اگلی حدیث میں تین باتیں ایمان باللہ کے متعلق اور طرز سے فرمائیں۔

حدیث ۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذی جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً او لیسکت۔

ترجمہ ۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ (۱) جو شخص اللہ تعالےٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ (۲) اور جو شخص اللہ تعالےٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ مہمان کی عزت کرے۔ (۳) اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ جو کچھ کہے۔ اچھی بات کہے۔ ورنہ چپ رہے۔

بعض لوگوں سے کوئی شخص ایک چیز مانگتا ہے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہے نہیں۔ کیونکہ اُن کے پاس نہیں ہوتی۔ لیکن بعض ساتھ ہی یہ بھی کہدیتے ہیں۔ کہ اگر ہوتی۔ تب بھی تمہیں نہ دیتے۔ حالانکہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ منہ سے خیر کا کلمہ ہی نکلنا چاہیئے۔

حدیث ۔ عن طارق بن شہاب قال اول من بدأ بالخطبۃ یوم العید قبل الصلوۃ مروان فقام الیہ رجل فقال الصلوۃ قبل الخطبۃ فقال قد ترک ما ھنالک قال ابوسعید اما ھذا فقد قضی ما علیہ سمعت رسول اللہ صلعم یقول من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔

ترجمہ ۔ نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا مروان سے شروع ہوا۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ نماز خطبہ سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔ مروان نے کہا۔ کہ وہ باتیں جو رسول کریم کے وقت تھیں اب چھوٹ گئی ہیں۔ (مطلب یہ کہ میرا یہ فعل بوجہ مجبوری کے ہے) ابوسعید خدری بھی وہاں تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کہنے والے نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ یعنی منع کرنے والے نے ایک بات کو ناجائز سمجھ کر منع کر دیا۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اور کہا۔ کہ میں نے رسول کریم صلعم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے خلاف شریعت کام ہوتا دیکھے پس اُسے چاہیئے۔ کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اور اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ ہو۔ تو زبان سے کہدے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو۔ تو کم از کم دل سے ہی برا سمجھے۔ اور یہ آخری بات کمزوری ایمان ہے۔

مروان کا عید سے پہلے خطبہ پڑھنا اس وقت کے مناسب حال تھا۔ کیونکہ ضروریات وقتی کے متعلق احکام سنانے ضروری ہوتے تھے۔ اور لوگ سننا پسند نہ کرتے تھے۔ جب وہ نماز ادا کر لیتے۔ تو پھر ٹھہرتے ہی نہ تھے۔ یہ ایک مجبوری تھی۔ جس کی وجہ سے اس وقت خطبہ پہلے سنا دیا جاتا۔ تا کم از کم کچھ لوگ تو سن ہی لیں گے۔

خلاف شریعت کام دیکھنے سے مومن کو تین مذکورہ بالا باتوں میں سے ایک بات حسب طاقت اختیار کرنی چاہیئے۔ لکھا ہے۔ کہ کوئی شخص ممنوع چیز ہاتھ میں لئے جا رہا تھا۔ کہ ایک بزرگ نے توڑ دی۔ اُس نے اپنے آقا سے جا کر کہا۔ کہ میں وہ چیز لا رہا تھا۔ فلاں شخص نے توڑ دی ہے۔ آقا وہی چیز ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ توڑنے والے کو بلاؤ۔ وہ آئے اور آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد اُس امیر نے خود ہی کہا۔ کہ فلاں چیز آپ نے توڑی تھی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ اُس نے کہا۔ پھر اب کیوں نہیں توڑتے۔ میرے ہاتھ میں وہی چیز ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں دل میں برا مناتا ہوں۔ مگر تم نے پوچھا ہے۔ اس لئے زبانی بھی برا مناتا ہوں۔ کہ اس چیز کا ہاتھ میں پکڑنا خلاف شرع ہے۔ اب رہا توڑنا۔ تو یہ اس کا محل نہیں۔ موقعہ اور محل کے مطابق عمل کرنے کا حکم ہے۔ اسی لئے رسول کریم ص نے تین طریق بتائے ہیں۔ ورنہ تین مختلف حکم دینے کی آنحضرت صلعم کو ضرورت نہ تھی۔ اس نے کہا پھر ہمارے ہاتھ سے لیکر کون توڑ سکتا ہے۔ تو اس بزرگ نے اس طرز پر یہ آیت پڑھی۔ کہ وہ شخص کانپا۔ اور اُس کے ہاتھ سے چیز گر کر ٹوٹ گئی۔ آیت یہ تھی۔ یسئلونک عن الجبال فقل ینسفہا ربی نسفاً۔ یہ سنکر وہ شخص کانپ اٹھا۔ اور اس کے ہاتھ سے وہ چیز گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

ہمیشہ اس بات کی احتیاط رکھنی چاہیئے۔ کہ جہاں

زبان سے ہٹانے کا موقعہ ہو تو وہاں ہاتھ سے مت ہٹاؤ۔ اور جو زبان سے بھی ہٹانا کوئی فساد پیدا کرتا ہو۔ یا کسی شخص کی زبان ہی اس موقعہ کے مناسب نہیں۔ اور وہ طرز گفتگو نہیں جانتا۔ تو بہتر ہے۔ کہ کچھ کہنے سے باز رہے۔ باقی دل میں ضرور اس کام سے نفرت ہی رکھے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے دل سے نفرت بھی دور ہو جائے۔ بدیوں کے واقعات کثرت سے دیکھنے سے اور بار بار ان کے زیر نظر رہنے سے بعض لوگوں کے دل سے نفرت جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں لہو و لعب کو نفرت سے دیکھنے والے قلیل ہی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ شخص جو اپنے ہاتھ سے ہٹا سکنے کے باوجود زبان سے ہی منع کرنا کافی سمجھتا ہے۔ تو زبان سے ہی ہٹائے۔ کیونکہ اصل غرض تو یہی ہے۔ کہ اس برائی کا ازالہ ہو۔ جب ازالہ زبان سے ہی ہوسکتا ہے۔ تو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں جب ہاتھ سے ہٹائے بغیر اس برائی کا انسداد نہ ہوتا ہو۔ اور اس وقت باوجود طاقت اور قدرت رکھنے کے کوئی ہاتھ سے کام نہیں لیکر اسے دور نہیں کرتا۔ تو یہ اس کے ضعف ایمان کا نشان ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو برائی کو زبان سے ہٹا سکتا ہو۔ اور پھر وہ صرف دل میں نفرت رکھنا کافی سمجھے۔ تو یہ بھی ضعف ایمان ہے۔ مومن کو خلاف شریعت فعل کو اور اپنی طاقت کو جانچ کر کام کرنا چاہیئے۔ جہاں فساد کا اندیشہ ہے۔ اور اسلام کبھی فساد اور فتنہ کو جائز قرار نہیں دیتا۔

حدیث:۔ عن ابی مسعود قال اشار النبی صلعم بیدہ نحو الیمن فقال الا ان الایمان ھھنا و ان القسوۃ وغلظ القلوب فی الفدادین عند اصول اذناب الابل حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعۃ ومضر۔

ترجمہ:۔ نبی کریم صلعم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خبردار کہ ایمان اس جگہ ہے۔ اور سختی اور دلوں کی کرختی فدادین میں ہے۔ جو اونٹوں کی دم پکڑ کر چلتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔ وہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

فرمایا۔ کہ شیطان۔ کے پہلے ظاہر ہونے والے فتنے ربیعہ اور مضر قوموں سے اٹھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسری حدیث میں قرن الشیطان کی جگہ راس الکفر ہے۔

یمن کے لوگوں نے ان فتنوں میں بالکل حصہ نہ لیا۔

حدیث:۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا تدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا اولا ادلکم علی شیئ اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم جنت میں بجز ایمان کے داخل نہیں ہوسکتے۔ اور ایمان آپس میں محبت کئے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔ اور آپس میں محبت بجز افشاء سلام کے نہیں ہوسکتی۔

اصل تنازعات اور جھگڑوں کی جڑ واقعی میں ملاپ کا چھوٹ جانا ہوتی ہے۔ خواہ وہ جھگڑے دنیاوی ہوں یا دینی۔ جسقدر اسلام میں یا غیر مذاہب میں فرقے ہوئے ہیں ان سب کی اصل وجہ میل ملاپ کا چھوڑنا ہی ہے۔ میل ملاپ سے آپس کے شکوک بھی دور کئے جاسکتے ہیں۔ اور کچھ سوچنے کی طرف بھی خیال ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کے ایک دوسرے سے ملنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ انکی رنجش دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اسوقت انکار خلافت میں حصہ لینے والے بھی وہی لوگ ہیں جو قادیان اور بانی سلسلہ سے پورا پورا تعلق نہ رکھتے تھے اگر وہ کچھ عرصہ یہاں رہتے۔ تو انہیں بہت کچھ غور کرنے کا موقعہ ملتا اور اپنی غلطی معلوم ہوتی۔ لیکن انہوں نے فوراً قطع تعلق کرلیا۔ اور یہاں سے چلے گئے۔ اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا ہوا جن جہالت یہاں سے لیکر گئے تھے اس سے بھی بہت دور نکلے گئے۔

افشاء سلام دراصل اخلاص ہی کا نام ہے۔ سلامتی کی دعا کسی کے لئے تبھی نکل سکتی ہے۔ جب اس کے ساتھ محبت بھی ہو۔ اور جو شخص دوسرے کو دعا دیتا ہے۔ وہ اپنی محبت کا ثبوت عملی طور پر بھی دیتا ہے۔ اور ان امور میں دل وجان حصہ لیتا ہے۔ جو دوسرے کی سلامتی میں مدد ہوتے۔ الفاظ کا اثر خیالات پر اور خیالات کا اثر افعال پر پڑتا ہے پس باہمی سلام کہنے کا نتیجہ ایسے افعال ہوتے ہیں جو انسان کو جنت میں لے جانے والے ہوتے ہیں۔ اور جنت میں وہی اعمال لیجاسکتے ہیں۔ جو اخلاص اور صدق دل سے کئے گئے ہوں یعنی ایمان کے ماتحت ہوں۔ بعض صحابہ بازار میں صرف سلام کہنے کے لئے ہی جاتے تھے۔ اور السلام علیکم کہتے کہتے ایک سرے سے دوسرے سرے نکل جاتے تھے۔

افشاء سلام میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ جو بھی موقعہ ملے السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ گھروں میں آتے جاتے۔ مجلسوں میں رستوں میں۔ دور دور کے دوستوں کو خطوں میں لیکن اب ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ بعض ریاستیں اسلامی کہلاتی ہیں لیکن وہاں السلام علیکم کہنے والے کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی لئے قریب ہے۔ کہ سلامتی بھی ایسی ریاستوں سے حقارت کرے۔ اور کئی ریاستوں سے تو دور بھی ہوچکی ہے کیونکہ اصل سلامتی تو مہدی پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوسکتی تھی۔ جو آکر چلا بھی گیا۔ اور سلامتی کا جا ذریعہ السلام علیکم تھا وہ یا تو رسمی رہ گیا۔ یا رسمی بھی نہ رہا حالانکہ ہر السلام علیکم کہنے والے کو ادخلوھا بسلام آمنین۔ کا خیال رکھنا چاہیئے۔ انعم صباحاً۔ انعم مساءً۔ رسول کریم صلعم سے پہلے عربوں نے صبح کا سلام شام کا سلام الگ الگ الفاظ میں بنا رکھا تھا۔ السلام علیکم صرف مسلمان ہی کہتے تھے۔ اور کوئی نہ کہتا تھا۔ اسی لئے اسوقت کے لحاظ سے یہ فرمایا گیا تھا لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ کہ جو کوئی تمہیں سلام کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ مگر اب تو انگریز بھی مسلمانوں کو السلام علیکم لکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے بعض وقت السلام علیکم کہتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں۔ بعض ہندو السلام علیکم کہتے ہیں تو کیا اب انہیں مومن کہنا چاہیئے؟

اسی طرح لا الہ الا اللہ کہنا اسوقت کیلئے مسلمان ہونیکا نشان تھا جبکہ تمام مشرکان عرب نے اس کلمہ پر ہی تمام عداوت کی بنیاد رکھی ہوئی تھی چنانچہ وہ یہاں تک کہتے کہ ہمیں محمد سے تو محبت ہے لیکن اس کلمے کو ہم برداشت نہیں کرسکتے۔ اسلئے ہم اسے ترک نہ ہونے دینگے۔ اسوقت انہی سے کسی کا لا الہ الا اللہ کہنا واقعی اسکے مسلمان ہونیکی علامت تھی۔ اب اگر ایک آریہ یا برہمو سماج بھی جو عربی میں اپنا عقیدہ ظاہر کریگا۔ تو لا الہ الا اللہ کہیگا۔ کیا انہیں مسلمان کہنے لگ جائینگے یا وہ خود یہ دعوی کرینگے کہ ہم السلام علیکم کہتے ہیں اسلئے ہم مسلمان ہیں یا ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اسلئے ہم مسلمان ہیں کیا ہی نادان ہے وہ شخص جو انہیں کہے کہ نہیں تم نے السلام علیکم کہ

اور یہ کہ قرآن مجید میں جو کہ یہ لکھا ہے۔ کہ السلام علیکم کہنے والا مومن ہے اسلئے تم مومن ہوا وہ آریہ اور برہمو سماج کو حدیث سنا کر ان مسلمان بنائے۔ اسیطرح استقبال قبلہ بھی اسوقت صرف مسلمانوں کا نشان تھا لیکن اب یہی وقت کا ماننا ایمان کی علامت ہے صرف استقبال قبلہ کسطرح کافی ہوسکتا ہے۔

فداد:۔ کرخت اور اونچی آواز والا۔ عرب میں تین سو سے ایک ہزار تک کے اونٹ چرانیوالا فداد کہلاتا ہے کیونکہ اسے بہت اونچی آواز نکالنی پڑتی ہے۔
قرن:۔ سینگ۔ بیل کی جو پہلے چیز نظر آتی ہے۔ وہ سینگ ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبۂ جمعۃ المبارک

دُعا کے ساتھ سامان سے کام لینا بھی ضروری ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی

فرمودہ ۲۷ - اکتوبر ۱۹۱۶ء

حضور نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے ہی جو کام ہوتا ہے ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے ارادے اور منشاء کے ماتحت بنی نوع انسان کے لئے کچھ قوانین بھی مقرر فرمائے ہیں۔ اگر انسان ان سے ایک طرف ہو جاتا ہے تو دکھ اٹھاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دعا اور توکل کا مسئلہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے۔ کہ جو کچھ دعا کر سکتی ہے۔ وہ کوئی اور چیز نہیں کر سکتی۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ سامان کو بھی اس میں بڑا دخل ہے۔ ہاں صرف سامان پر ہی بھروسہ کر لینا کہ جو کچھ ہو سکتا ہے بس انہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے یہ شرک ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اتعلمون ماذا قال ربکم۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی۔ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ ہمیں تو علم نہیں۔ آپ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ من قال مطرنا بنوء کذا و کذا۔ کہ جس نے کہا۔ بارشیں فلاں فلاں ستارے کے اثر سے ہوتی ہیں۔ اور یہ بارش جو ہوئی۔ تو اسی ستارے کے ہوئی۔ کہ اس ستارے نے اپنا اثر کیا۔ ایسا شخص کافر بی و مومن بالکواکب۔ وہ میرا تو کافر ہوتا ہے۔ لیکن ستاروں پر ایمان لانیوالا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ موسموں پر کواکب کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ چاند اور سورج بھی کواکب میں سے ہی ہیں۔ اور ان کا موسموں کے ساتھ بڑا بھاری تعلق ہے۔ مگر باوجود اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بارش فلاں فلاں ستارے کے اثر سے ہوئی وہ اللہ کے کافر ہیں۔ اور ستاروں کے مومن۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ستاروں کے تغیرات کا کوئی اثر ہی نہیں۔ بعض لوگ کم فہمی کے باعث یہ مفہوم نکالتے ہیں کہ اس حدیث میں کواکب کے اثرات سے انکار کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس یقینی اور مشاہدہ میں آئی ہوئی بات کا انکار کرنے لگ جاتے ہیں کہ نہیں کواکب کا کوئی اثر نہیں۔ حالانکہ ان کا اثر ہوتا اور ضرور ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات کو بالکل نظر انداز کر کے کلی ستاروں پر انحصار کرنا کہ بارش جو برساتے ہیں تو یہ ستارے ہی برساتے ہیں یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں۔ مگر ایسا شخص خدا کا منکر نہیں۔ جو خدا کو اصل موجب قرار دیتا ہے۔ اور اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہی ان ستاروں کو پیدا کیا۔ اور ان میں اثرات رکھے۔ اور اسی کے ارادے کے ماتحت وہ اپنا اثر کرتے ہیں۔ دیکھئے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا شرک ہے۔ مگر یہ عقیدہ کہ ملائکہ خدا کا کلام لاتے ہیں۔ تثبیت قلب وغیرہ کرتے ہیں۔ شرک نہیں ہے۔ لیکن ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ مشرک اور کافر بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ ہیں۔ اور وہ کچھ کام کرتے ہیں۔ اور مسلمان بھی مانتے آئے۔ اور مانتے ہیں کہ فرشتے ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری اور لازمی ہے۔ مگر باوجود اسکے کافر مشرک کہلائے کیوں؟ اسی لئے کہ کفار کا ماننا اس رنگ میں ہے۔ کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں خود ہی کرتے ہیں۔ مگر مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انکے تمام کام خدا تعالیٰ کے ارادے کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ شرک نہیں ۔

توکل کیا ہے؟

ایک دفعہ آنحضرت کے پاس ایک اعرابی آیا۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارا اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ باہر کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اور اللہ پر توکل کر کے آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ فرمایا جاؤ۔ اونٹ کا گھٹنہ باندھو۔ پھر توکل کرو۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے کہ اسباب اور ذرائع سے کام نہ لینا اور پھر یہ کہنا کہ میں نے خدا پر توکل کیا ہے۔ خدا کی آزمایش کرنا ہے لیکن ایک ادنیٰ انسان کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بادشاہ کی آزمایش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو کبھی کامیابی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سامان کو ترک کرنیوالا اور ان کو لغو قرار دینے والا متوکل نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ان ذرائع کو جو خدا نے پیدا کئے ہیں۔ کام میں لا کر پھر انہی پر اپنی کامیابی کا انحصار نہ کرتے ہوئے کامیابی کی امید خدا تعالیٰ پر ہی رکھنے والے کا نام متوکل ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ اگر کسی خاص ذریعے سے کام لینا منع فرما دے۔ تو وہ الگ بات ہے۔ ورنہ اسکے پیدا کردہ سامان کو لغو قرار دیکر انکو استعمال میں نہ لانا خدا تعالیٰ کی آزمایش کرنا ہے۔ دیکھو۔ طاعون کا ٹیکہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ایک ذریعہ صحت کا ہے۔ اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس وقت تک یہ ایک عمدہ علاج ہے۔ مگر حضرت صاحب نے اپنی جماعت کو اس کے لگوانے سے منع فرمایا حالانکہ آپ نے یہ بھی تسلیم فرمایا ہے کہ ٹیکہ بھی ایک علاج ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے خود اس ذریعہ کو استعمال میں لانے سے روک دیا۔ اس لئے آپ نے اپنی جماعت کو ٹیکہ کے لگوانے سے منع کر دیا۔ ہاں ان کو اجازت دے دی۔ جو حکام کی ماتحتی میں ٹیکہ لگوانے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔

ٹیکہ کے متعلق قطعی رائے لگائی گئی تھی کہ طاعون کے لئے یقینی علاج ہے۔ اسلئے حضرت صاحب نے اسکے لگوانے سے روک دیا تاکہ آپ کی جماعت کی یہ خصوصیت کہ اس پر طاعون کا حملہ نہ ہوگا مشتبہ نہ ہو جائے۔ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ ٹیکہ لگوانے کی وجہ سے طاعون نے حملہ نہیں کیا۔ ورنہ دوسرے ذرائع کو کام میں لانے سے حضرت صاحب نے نہیں روکا۔ بلکہ فرماتے کہ جرابیں پہنو۔ اندھیری جگہوں میں نہ رہو۔ اور مکانات کو صاف اور ستھرا رکھو۔ چونکہ ٹیکے کو یقینی علاج سمجھا گیا تھا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے اس سے روک دیا۔ اور دوسرے ذرائع پر بھروسہ نہیں کیا گیا تھا ان کے استعمال سے نہیں روکا گیا تھا۔ حالانکہ واقعہ میں ٹیکہ

بھی علاج تو ہے ۔ مگر چونکہ یہ علاج پیشگوئی میں رخنہ ڈالنے والا تھا ۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو منع فرما دیا (ہاں جو ٹیکہ لگوانے پر مجبور کیا جاوے ۔ وہ مجبور ہے) تا مخالفین کے لئے یہ ایک نشان ہو ۔ کہ باوجود یقینی علاج کو استعمال نہ کرنے کے ہماری جماعت کے لوگ شاذ ونادر ہی اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ مگر جہاں خدا کا حکم نہ ہو وہاں اسباب اور ذرائع کو کام میں لانا ہی توکل ہے ؎

چنانچہ سورہ فاتحہ جو پینتیس ۳۵ بار ہر روز بلکہ پچاس ساٹھ بار اگر نوافل وغیرہ بھی شمار کئے جائیں ۔ پڑھی جاتی ہے ۔ اور پھر کوئی روک نہیں کہ ہزار بار بھی پڑھی جائے ۔ کیونکہ نوافل کا پڑھنا کوئی محدود نہیں ۔ اس میں خدا تعالیٰ نے دعا کے گر بتائے ہیں ۔ اول خود تو دعا سکھلائی ہے ۔ کیونکہ بندہ اگر خود دعا تجویز کرتا ۔ تو غلطی کا امکان تھا ۔ مگر خدا تعالیٰ نے دعا خود سکھلا دی ۔ اور ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ دعا کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بندہ خود بھی کچھ کوشش کرے ۔ فرمایا

ایاک نعبد وایاک نستعین

صرف منہ سے ہی ہم تجھے معبود نہیں کہتے ۔ بلکہ عملاً اس عبودیت کے بجالانے کے لئے حاضر ہیں ۔ پس

اھدنا الصراط المستقیم ۔

آپ عبودیت کے طریق ہمیں بتائیں ۔ عبودیت خدا تعالیٰ کے فضل کی جاذب ہے ۔ جب خدا کے فضل کے لئے بھی سامان عبودیت کی ضرورت ہے ۔ تو پھر دنیاوی امور کے متعلق بدرجہ اولیٰ سامان کی ضرورت ہونی چاہیئے ۔ اگر کوئی عبودیت ان طریق پر نہیں کرتا ۔ تو پھر اسکی دعا اور عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ۔ بہت لوگ ہیں ۔ جب ہم سے دعا کا ذکر سنتے ہیں یا مولوی صاحب یا حضرت صاحب کی تحریروں میں پڑھتے ہیں ۔ تو وہ یہی سمجھ لیتے ہیں کہ بس جو کچھ ہے وہ دعا ہی دعا ہے ۔ اس بنا پر وہ کوشش اور محنت کو لغو اور بے فائدہ سمجھنے لگ جاتے ہیں ۔ حالانکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامان سے کام نہیں لیتے وہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کرتے ہیں ۔ ہاں اگر باوجود کوشش اور سعی کے کوئی سامان میسر ہو سکے تو ایسا شخص اگر باوجود ان ظاہری سامان کے نہ ہونے کے بھی دعا کرتا ہے ۔ اور قبولیت دعا کے شرائط کو پورے طور پر بہم پہنچاتا ہے تو اسکی دعا قبول ہو جاتی ہے ۔ ضرورت کے مطابق کسی قافلے کی گری پڑی چیز ہی اسکو مل جائیگی جسکے ذریعہ وہ اپنی حاجت کو رفع کر لیگا ۔ یا خدا تعالیٰ اسکی حاجت کو ہی دور کر دیگا ۔ مگر یہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اپنی طرف سے انسان کوشش اور محنت کا حق ادا کر چکے

احادیث میں آیا ہے کہ کئی بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا موقعہ پیش آیا ۔ کہ سفر میں پانی کم ہو گیا ۔ آپ نے تھوڑے سے پانی میں ہاتھ ڈالا ۔ اور وہ بڑھ گیا ۔ مگر یہ بھی ثابت ہے کہ اس خارق عادت امر دکھلانے سے پہلے آپ نے چاروں طرف آدمی دوڑائے کہ پانی کی تلاش کرو ۔ لیکن جب پانی کا کوئی سراغ نہ ملا ۔ تو پھر آپ نے ایسے ایسے معجزے دکھلائے کسی ایسی جگہ آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا کہ جہاں سے پانچ سات میل تک پانی مل سکتا ہو ۔ اور آپ نے کہا ہو کہ وہاں سے پانی لانے کے لئے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے، لو ہم خود اسی جگہ پانی بڑھا دیتے ہیں ۔ بلکہ اس وقت آپ نے ایسا کیا جبکہ پانی کے ملنے سے بالکل ناامیدی ہو گئی ۔ تو ایک شخص نے اگر پورا زاد راہ لیکر ایک سینکڑوں میل کے جنگل کا سفر اختیار کیا ہو ۔ لیکن راستے میں اسکے سامان پر کوئی آفت آ پڑی ہو ۔ اور وہ تباہ ہو گیا ہو ۔ اسلئے وہ نہ آگے کا رہا نہ پیچھے کا ۔ ایسے وقت میں بغیر سامان مہیا کئے بھی وہ صرف دعا پر بھروسہ کر سکتا ہے ۔ کیونکہ یہ ایسا موقعہ ہے کہ اب سامان کا مہیا کرنا اسکی طاقت سے باہر ہے ۔ مگر جب کوئی شخص بغیر زاد راہ کے اتنا لمبا سفر اختیار کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ چلو ساتھ بوجھ کیا اٹھانا ہے ۔ دعا کر لیا کرینگے ۔ تو یہ درست نہیں ۔ ایسا کرنے والا تو خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے لیکن اللہ کو اسکی پرواہ کیا ہے ۔

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دعاؤں کے ساتھ سامان کی بھی بڑی ضرورت ہے ۔ جو لوگ صرف دعا پر ہی بھروسہ کر کے سامان کو لغو قرار دیتے ہیں ۔ وہ بجائے انعام الٰہی سے حصہ لینے کے غضب الٰہی کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ وہ اس طریق عمل سے خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے ہیں ۔ امتحان ہمیشہ لائق لیا کرتا ہے ۔ کیا کبھی کسی وزیر نے بھی بادشاہ کا امتحان لیا ۔ نہیں بلکہ بادشاہ اور اسکی طرف سے لائق اشخاص کسی کی عقل فہم اور لیاقت کو دیکھتے ہیں ۔ اور اسطرح کوئی وزارت کا عہدہ پاتا ہے ۔ پھر کسی طالب علم کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے استاد کا امتحان لے ۔ ہاں استاد کا حق ہے کہ اپنے شاگرد کا امتحان لے ۔ تو پھر کسی انسان کی کیا حیثیت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا امتحان لے بندہ کا یہ کام ہرگز نہیں ۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنے آپکو انعام الٰہی کا نہیں ۔ بلکہ عذاب الٰہی کا مستحق بناتا ہے ۔ جو لوگ دعاؤں کے عادی ہیں ۔ وہ اسباب کو کبھی نہ بھولیں ۔ صدقہ وخیرات وغیرہ جسقدر بھی محبت اور قربت الٰہی کے ذرائع ہیں ۔ ان پر عمل کرتے ہوئے جو دعا کریگا ۔ وہ اپنے آپ کو فضل الٰہی کا مستحق بنائیگا ۔ اسی طرح دنیوی ترقی کے لئے بھی مثلاً تجارت ہے، حرفت ہے ۔ جو کوشش اور محنت کرتا ہے ۔ اور پھر ساتھ ہی دعا بھی کرتا ہے ۔ اسکو خدا تعالیٰ ترقی دیتا ہے، خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے سامان کو ترک کرنا اسکی ہتک کرنا ہے اسلئے ایسے لوگوں کی محض دعاؤں کی خدا کو کوئی پرواہ نہیں ۔ مثلاً کسی نے امتحان دینا ہے ۔ اب وہ کہے کہ مغز خوری کون کرے ۔ چلو دعا کے امتحان میں شریک ہو جائینگے ۔ ایسا شخص سوائے اسکے کہ ناکام رہے اور کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے ۔ تو مقصد کے حصول کے لئے سامان کو مہیا کرنا اور اس سے کام لینا ضروری ہے ۔ اور پھر اسکے ساتھ دعا کی بھی سخت ضرورت ہے ۔ کیونکہ بعض انسان سامان مہیا کر لیتے ہیں ۔ اور ان سے کام بھی پورے طور پر لیتے ہیں مگر نتیجہ اچھا نہیں نکلتا ۔ انکی ساری محنت ضائع جاتی ہے ۔ تو دعا کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ نتیجہ بھی خیر نکلتا ہے ۔ اور محنت کا ثمرہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا پورا مل جاتا ہے ؎

بعض لوگ سامان کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں لاہور سے گاڑی میں سوار ہوا اور اسی گاڑی میں پیر جماعت علی شاہ بھی تھا ۔ اس نے کوئی ایسی چیز کھانے کو مجھے دینی چاہی ۔ جو میرے کھانسی اور نزلے کے لئے مضر تھی ۔ اور کہا کہ مجھے نزلہ ہے ۔ میں نہیں کھا سکتا پیر صاحب نے دیکھا کہ یہ موقعہ ہے ۔ کچھ تصوف کا اظہار کروں بولے ۔ ریزش نزلہ کا کیا ہے ۔ اگر خدا کو منظور نہیں ۔ تو آپ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ میں نے کہا ۔ پیر صاحب اگر آپ تھوڑی دیر پہلے یہ بتاتے ۔ تو آپ اور ہم دونوں فائدہ میں رہتے ۔ اور وہ اسطرح کہ لاہور سے ہم ٹکٹ ہی نہ خریدتے ۔ بلکہ ٹانگے پر بھی پیسے نہ خرچ کرتے ۔ اگر خدا کو منظور ہوتا ۔ تو وہ مجھے یونہی قادیان اور آپ کو امرتسر

پہنچا دیتا۔ (میں لاہور سے قادیان آرہا تھا۔ اور وہ امرتسر) کہنے لگے۔ خیر یہ تو سامان ہیں۔ مینے کہا پھر یہ بھی تندرستی کو قائم رکھنے کے سامان ہیں۔ کہنے لگا۔ ہاں ہاں میرا بھی یہی مطلب تھا۔ تو بعض لوگ سامان کا انکار قضاء و قدر کے ماتحت کردیتے ہیں۔ کہ اگر ایسا ہونا ہے تو ہو ہی جائیگا ہمیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ بات صحیح تسلیم کی جائے تو پھر خدا تعالےٰ کا بدکاروں اور کافروں کو سزائیں دینا محض ظلم سمجھا جائیگا۔ اسکی تو ویسی ہی مثال ہو جائیگی۔ کہ ایک شخص کے ہاتھ میں چھری پکڑا کر اور پھر اسکے ہاتھ کو پکڑ کر ایک دوسرے کے گلے پر پھیر کر قتل کرادیتا ہے۔ اور پھر اس کو پھانسی پر لٹکاتا ہے کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ سست ہوتے ہیں انہوں نے اپنی سستی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ ڈھکوسلا بنالیا ہے کہ جو کچھ ہونا ہوتا ہے۔ تقدیر سے ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض تو قضاء و قدر کے ماتحت کہتے ہیں جف القلم بما ھو کائن۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے ہی مقدر ہو چکا ہے۔ اور اسطرح وہ سامان سے انکار کردیتے ہیں۔ اور یہ دُنیا داروں کا طریق ہے کہ بدفعلیاں کریں اور قضاء و قدر کے ذمہ لگادیں۔ بعضوں نے دعاؤں کے رنگ میں سامان کو ترک کردیا ہے۔ اور بعضوں نے توکل کے ماتحت حالانکہ اسباب نہ دعا کے خلاف ہیں نہ قضاء و قدر کے خلاف اور نہ توکل کے خلاف۔ کیونکہ یہ بھی تو خدا کے ہی پیدا کئے ہوئے سامان ہیں۔ اور کام میں لانے کی غرض سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے وقت جب طاعون نے زور پکڑا تو آپ نے حکم دیا کہ منتشر ہو جاؤ۔ اور اپنی جگہوں کو چھوڑ دو۔ تو بعض صحابہ نے اعتراض کیا کہ آپ خدا کی قضاء سے بھاگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نفرمن قضاء اللہ الیٰ قضاء اللّٰہ ہے۔ کہ ہم خدا کی ایک قضا سے بھاگ کر اسکی دوسری قضا کی طرف پناہ لیتے ہیں۔ تو سامان بھی خدا کے ہی پیدا کردہ ہیں ان سے کام لینا اسکی قضاء کے خلاف نہیں۔ اگر جبر تسلیم کیا جائے۔ تو پھر خدا تعالےٰ ظالم ٹھیرتا ہے۔ اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی کوئی خوبی ہی نہیں رہتی۔ تا آپ سے کسی کے دل میں محبت پیدا ہو سکے۔ ایک جبریہ کہہ سکتا ہے کہ آپکے بڑے ہونے میں آپ کی کوئی خوبی نہیں۔ خدا نے پکڑ کر آپ کو بڑا بنا دیا۔ تو آپ کی ساری محنت رائیگاں اور خدا کی راہ میں مصائب کا جھیلنا کچھ چیز ہی نہ سمجھا جائیگا آپ کا دُنیا میں صداقت کا پھیلا دینا کچھ وقعت نہیں رکھتا وہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اگر محنت کی تو خدا نے پکڑ کر کرائی۔

غرض اسطرح آپ کی کوئی خوبی بھی تسلیم نہیں کیجا سکتی۔ آپ کی جو خوبی بھی دیکھے گا کہیگا۔ یہ دراصل خدا کا فعل تھا۔ آپکا اس میں کیا دخل تھا۔ لیکن سچی بات یہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ سامان سے پورے طور پر کام لینے میں ہی مومن کی ترقی ہے۔ اور مومن ہر رنگ میں ترقی کرتا ہے۔ صحابہ نے تجارت میں ترقی کی۔ حکومت میں ترقی کی علوم میں ترقی کی۔ غرض مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر رنگ میں دوسروں پر غالب رہے۔ صنعت اختیار کرے تو اس میں اور حرفت اختیار کرے تو اُس میں۔ تجارت اختیار کرے تو اس میں۔ ایک مومن کی یہی خواہش ہونی چاہیئے کہ وہ دوسروں پر غالب رہے۔

اھدنا الصراط المستقیم میں صرف دینی ہی ترقی کی کوشش محدود نہیں۔ بلکہ جس نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اسکو اس میں کوشش کرکے اور ترقی کرنی چاہیئے۔ اور اسطرح مومن کو اپنے ہر کام میں چستی سے کام لینا چاہیئے۔ جو دنیا کے کاموں میں سستی کرتے ہیں وہ پھر دین میں بھی سستی کرنے لگ جاتے ہیں۔

صحابہ کو جب خدا نے دیکھا کہ وہ بڑے چست اور ہوشیار ہیں۔ تو دین اور دنیا دونوں میں ان کو عروج اور ترقی بخشی۔ خدا کرے۔ ہماری جماعت کے لوگ بھی بڑے کام کرنے والے محنتی اور ہوشیار ہوں۔ اور پھر باوجود اسکے خدا کے فضل پر اُمید رکھیں نہ کہ ظاہری سامانوں پر۔

جلدی کیجئے

اگر آپ نے ابھی تک رسالہ "قبولیت دعا کے طریق" فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نہیں منگوایا تو جلدی منگوائیے ان طریق پر عمل کرنے سے دعا قبولیت کا جامہ پہن لیتی ہے یہ رسالہ بطور نشان صداقت غیر احمدیوں کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ قیمت فی ۲ ور ایک سو کے یکمشت عدد منگانے والے منفعت تقسیم کرنیوالے احباب کے لئے جو کم از کم بیس منگوئیں ۲ ور فی رسالہ (۱۰/۴)۔ ملنے کا پتہ:- مینجر احمدیہ بکڈپو۔ قادیان

شیعوں کے رسالہ "اصلاح" کی اصلاح

ایڈیٹر اصلاح نے جو حقیقت میں برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔ اور خیالی خونی مہدی کے انتظار میں فساد اور بغاوت کا دلدادہ ہو رہا ہے۔ قرآن کریم کی آیت یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور آیت ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ سے غلط مفہوم لیکر حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنے رسالہ کے کئی صفحے سیاہ کردئیے ہیں۔ اور کئی ایک قرآنی آیات کو جو اس کے لئے ہوئے مفہوم کے بالکل خلاف معنی رکھتی ہیں پس پشت پھینک دیا ہے جس کا ہم انشاء اللہ ثبوت دینگے۔

ہمیں ضرورت نہ تھی کہ اس کی لایعنی اور فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتے لیکن جو طرز تحریر اس نے اختیار کر رکھا ہے اس سے چونکہ بہت خطرناک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے انسداد کے لئے ہم قلم اُٹھاتے ہیں:-

اصلاح نے اسبات پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ نبی کسی گورنمنٹ کا ماتحت نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:-

"کوئی نبی کوئی رسول کسی گورنمنٹ کا مطیع و فرمانبردار نہیں رہا۔ بلکہ ہر نبی نے سلاطین وقت سے مخالفت کی ہے۔ اور انکی سلطنتوں کو پاش پاش کیا ہے یا انکی سلطنتوں سے نکل گئے ہیں" ص۸ رسالہ نمبر ۹

آیت مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ مطاع تین ہیں خدا۔ رسول۔ اولی الامر۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنے مطاع ہونے کی کیفیت بدیں الفاظ واضح اور شرح کردی ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کسی کا مطیع نہیں۔ کیونکہ پرستش اسی سے کی جاسکتی ہے جو مطیع نہ ہو۔ چونکہ صرف لفظ مطاع اس مفہوم کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ کوئی مطاع مطیع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک لحاظ سے مطاع ہوتا ہے۔ اور دوسرے لحاظ سے مطیع بھی۔ اس لئے اس نکتے

ازالہ کے لئے خدا تعالٰی نے اپنی نسبت تو یہ تشریح کر دی کہ میں ایسا مطاع ہوں۔ جو کسی کا مطیع نہیں اس لئے "اصلاح" کا یہ کہنا کہ اگر رسول اولی الامر کا مطیع ہو سکتا ہے تو خدا بھی ہو سکتا ہے، غلط ہے۔ مگر رسول کے متعلق فرمایا ہے۔ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ کہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کسی دوسرے کا مطیع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایڈیٹر "اصلاح" خود بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ حضرت ہارون باوجود رسول ہونے کے حضرت موسیٰؑ کے مطیع تھے۔ حالانکہ آیت ما ارسلنا الآیہ میں جسطرح کسی گورنمنٹ کو مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ اسی طرح کسی رسول کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ ایڈیٹر اصلاح کے مفہوم کے مطابق رسول نہ کسی گورنمنٹ کا مطیع ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی اور نبی کا۔ بلکہ اسکا منصب مطاع ہونا ہی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت ہارون بھی رسول ہیں۔ ان کو حضرت موسےٰ کا مطیع قرار دیتا ہے۔ اور یہی قرآن سے ثابت ہے۔ پس اگر ایک رسول باوجود مطاع ہونے کے دوسرے رسول کا مطیع ہو سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ کسی گورنمنٹ کا مطیع نہ ہو سکے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ادنےٰ کا اعلیٰ مطیع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے رسول اولی الامر کا مطیع نہیں ہونا چاہیئے۔ سو اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الگ الگ عہدے ہیں۔

نبوت اور حکومت میں فرق

نبی اور رسول کا اصلی کام روحانی اصلاح اور اس کا نظام قائم کرنا ہوتا ہے۔ اور بادشاہ اور اولی الامر کا اصلی کام ملکی اصلاح اور اس کا نظام قائم رکھنا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے کام کی نسبت پوچھا جائیگا۔ بادشاہ سے پوچھا جائیگا۔ کہ تو نے رعایا سے کیا سلوک کیا اور کہاں تک ان کے حقوق کی نگہداشت کی۔ اور نبی سے اس کی پیغام رسانی کی نسبت سوال کیا جائیگا۔ خدا تعالٰی نے بھی رسول کا اصل کام اس طرح بیان فرما دیا ہے۔ کہ ما علے الرسول الا البلاغ۔ کہ رسول پر الٰہی پیغام کا پہنچا دینا ہی ضروری ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع

کے خطبہ میں اللھم ھل بلغت اللھم ھل بلغت کہہ کہہ کر اپنے آپ کو سبکدوش کیا تھا۔ نہ کہ یہ کہا تھا۔ کہ میں نے مسلمانوں کو حکومت اور سلطنت دلا دی ہے۔ سلطنت ایک بالکل جدا چیز ہے۔ کہ نبوت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ؞

شاہی قوانین کی ماتحتی میں نبی کی ہتک نہیں

نبی ایک بادشاہ کے قوانین کے ماتحت رہ سکتا ہے کیونکہ نظام ملکی اور امن کا قیام جو بادشاہ کے ذریعہ ہے۔ وہ خدا اور رسول کے منشاء کے خلاف نہیں ہے۔ اور اس سے اس کی شان میں کسی قسم کا فرق بھی نہیں آتا۔ جسطرح ایک بادشاہ نظام بدنی کے قائم رکھنے کے لئے ایک ڈاکٹر کے قوانین کے ماتحت چلتا ہے۔ اور اس سے اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح اگر ایک نبی ایک بادشاہ کے انتظامی قوانین کے ماتحت چلے۔ تو اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ کی اس سے ہتک ہو رہی ہے۔ کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایات کے ماتحت اپنی صحت کی حفاظت کرتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح کوئی دانا یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ایک نبی اگر حکام وقت کے قوانین امن کے ماتحت ہو۔ تو اس سے اس کی ہتک ہوتی ہے۔ ہاں اگر روحانی امور میں کوئی نبی بادشاہ کے ماتحت چلے۔ تو اس میں اس کی ہتک ہے۔ کیونکہ روحانیت کے متعلق احکام اور قوانین بتانا نبی کا کام ہے۔ نہ کہ بادشاہ کا۔ البتہ جسطرح کسی بادشاہ کی اس میں ہتک ہے۔ کہ وہ امور سلطنت میں کسی ڈاکٹر یا حکیم کا پابند ہدایات ہو۔ اسی طرح امور دین میں کسی نبی کا بادشاہ وقت کا پابند ہونا ہتک ہے۔ اگر کوئی بادشاہ بجبر نبی کے کام میں دخل دے۔ اور پیغام الٰہی کے پہنچانے میں روک کا باعث ہو۔ اور ظلم اور ایذا رسانی سے کام لے۔ تو پھر بھی نبی کا یہ کام نہیں۔ کہ فساد اور فتنہ پھیلائے اور بغاوت شروع کرے۔ بلکہ وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم ہے۔

انبیاء کی سنت

چنانچہ فرعون نے موسیٰ اور بنی اسرائیل سے جب یہ سلوک کیا۔ کہ ظلم اور ایذا رسانی سے حضرت موسیٰ کے مشن کو مٹانا چاہا۔ اور اسقدر سختی کی۔ کہ بنی اسرائیل یہ کہہ اٹھے اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا۔ کہ اے موسیٰ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر ظلم کیا جاتا تھا۔ اور اب تیرے آنے کے بعد بھی ظلم ہی کیا جاتا ہے۔ باوجود ایسی حالت کے حضرت موسیٰ نے ان کا مقابلہ نہیں کیا۔ نہ بغاوت پر کمر باندھی ہے۔ نہ اس کی سلطنت کو پاش پاش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ بلکہ یہی کہا ...... کہ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدیجئے۔ تاکہ میں ان کو لیکر یہاں سے چلا جاؤں۔

پھر دیکھئے۔ باوجود اس کے کہ فرعون بنی اسرائیل پر اس قدر ظلم و ستم کر رہا تھا۔ خدا تعالٰی نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو یہی حکم دیا ہے۔ کہ قولا لہ قولا لینا۔ کہ شاہی آداب و احترام ملحوظ رکھ کر بہت نرمی سے فرعون کے ساتھ کلام کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کو کسی ظالم اور جابر بادشاہ کے ساتھ بھی خلاف ادب بات نہیں کرنی چاہیئے۔ چہ جائیکہ ایڈیٹر اصلاح کے خیال کے مطابق ایک عادل اور منصف حکمران کی حکومت کو پاش پاش کرنا ملک میں فساد پھیلانا اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا کسی نبی کا کام ہو ؞

آنحضرت ؐ بھی تیرہ برس متواتر اہل مکہ کے ہاتھوں سے محض اسلئے دکھ اٹھاتے رہے۔ کہ آپ پیغام الٰہی کیوں پہنچاتے ہیں۔ آخر خدا نے یہی حکم دیا۔ کہ یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ نہ کہ مقابلہ کرنے کو کہا۔ چنانچہ آپ مدینہ تشریف لے گئے۔ لیکن جب کفار نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور ان کا ظلم و ستم بہت بڑھ گیا۔ تو خدا تعالٰی نے یہ حکم نازل فرمایا۔ کہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا .... الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ کہ مسلمانوں کو اب اس لئے جنگ کی اجازت دی جاتی ہے۔ کہ ان پر سخت سے سخت ظلم کئے گئے۔ اور ان کو ناحق وطن سے بیوطن کیا گیا۔ صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے۔ ہمارا رب ایک

ہے۔ یہاں خدا تعالےٰ نے یہ وجہ نہیں بتلائی۔ کہ وہ مسلمان وقت کی حکومت کو تہ و بالا کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کو لڑائی کی اجازت دیگئی۔ بلکہ سخت مظلوم اور بلا وجہ بے وطن ہونے کی وجہ سے اجازت دیگئی۔ پس کسی نبی نے کسی بادشاہ کے ملک میں بغاوت نہیں کی۔ ہاں اگر بادشاہ کی طرف سے ظلم ہوا۔ اور تبلیغ حق سے جبرًا اس نے روکا۔ تو اس کے ملک سے ہجرت کر گئے۔ اگر پھر بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تو انہیں مجبورًا دفاعی جنگ کرنی پڑی۔ کسی نبی کو بادشاہ کے ملکی نظام قائم رکھنے کے قوانین پر چلنے سے محض اس لئے کہ نبی بادشاہ کے ماتحت رہ ہی نہیں سکتا۔ کبھی عذر نہیں ہوا۔ انبیاء اپنی بات منوانے کے لئے کبھی جبر سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ ان کا کام تو معقول اور مدلل ایمانی امور سنا دینا ہے۔ چاہے کوئی ماننے چاہے نہ مانے۔ نہ کہ سلطنت حاصل کرنے کے لئے خواہ مخواہ لڑنا اور فساد کرنا۔ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ کہ خدا تعالےٰ ان لوگوں سے جو تمہارے دین اسلام اختیار کرنے کی وجہ سے تم سے لڑتے نہیں۔ اور نہ تم کو جلا وطن کرتے ہیں۔ نیکی کرنے اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرنے سے روکتا نہیں۔ بلکہ انصاف کرنے والوں کو وہ پسند کرتا ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتا۔ تو اس سے احسان اور مروت کرنا چاہیئے۔

خلاصہ مضمون یہ ہوا۔ کہ قرآن کریم اور انبیاء کے تعامل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس سلطنت کے ماتحت وہ رہتے ہیں۔ اگر وہ ان کے مذہبی امور میں دست اندازی نہیں کرتی۔ اور احکام شرعیہ بجا لانے سے جبرًا باز نہیں رکھتی۔ تو ان سے نیکی کرنے اور انصاف سے پیش آنے کا حکم ہے۔ نہ کہ فساد کرنے اور اس کے خلاف منصوبے سوچنے کا۔ لیکن اگر کوئی حکومت مذہبی امور میں دخل دیتی ہے۔ اور ظلم کر کے خود ہی امن شکن بنتی ہے۔ تو اس کے ملک سے ہجرت کر جانے کا حکم ہے۔ پھر بھی وہ اگر پیچھا نہ چھوڑے۔ بلکہ تعاقب کرے۔ تو صرف دفاعی جنگ کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ مذہبی امور میں انبیاء اور ان کے متبعین کو کسی بادشاہ کی اتباع جائز نہیں۔ باوجود اس کے جو شخص آج یہ اعتراض کرتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کیوں گورنمنٹ برطانیہ کی فرمانبرداری کی۔ اور کیوں اس کے فرمانبردار رہنے کی دوسروں کو تعلیم دی۔ وہ سوچے۔ کہ وہ کیسی خطرناک راہ اختیار کر رہا ہے۔ اور عوام الناس کے قلوب میں کس قسم کے خیالات پیدا کر رہا ہے۔ حالانکہ اسے زبانی طور پر اس بات کا بھی اقرار ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ بڑی عادل اور بڑی با امن گورنمنٹ ہے۔ افسوس کہ اس قسم کے نادان لوگ مذہب کے پردہ میں نہایت خطرناک باتیں لکھ مارتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ان کا پتہ بھی نہیں ملتا ؛

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

اخبار فاروق کی خریداری کیلئے انعام

آئندہ سال ۱۹۱۷ء کے لئے جو اصحاب اخبار فاروق قادیان کی خریداری منظور فرمادیں گے خواہ وہ پہلے سے فاروق کے خریدار ہوں خواہ جدید خریدار بنیں۔ ان سب کو حسب ذیل انعام دیا جائیگا۔ پہلا پرچہ اس نئے سال کا شروع دسمبر ۱۹۱۶ء سے نکلیگا۔

اول۔ جو شخص یکمشت پیشگی سالانہ چندہ فاروق کا ادا کرے۔ جو کہ صرف تین روپیہ ہے۔ اسکو ایک روپیہ کی۔ اور جو ششماہی ادا کرے۔ اسکو سات آنہ کی۔ اور جو تین قسطوں میں ایک ایک روپیہ ادا کرے اسکو چار چار آنہ کی کتابیں مندرجہ ذیل کتابوں میں سے انعام دیجائیں گی۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ گویا دو روپیہ میں ہفتہ وار اخبار گھر بیٹھے سال تک پائیں۔ یہ کتابیں اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہیں۔ پڑھنے سے اگر محظوظ نہ ہوں۔ تو ہمارا ذمہ۔ لہٰذا قدیم و جدید خریدار جلد حسب مدارج خود کتابیں انتخاب کر کے دفتر فاروق میں اطلاع دیں تاکہ انعامی کتابیں ان کے نام اخبار کے چندے میں وی۔ پی کی جائیں۔ ممنونًا اللہ ایک بڑا مد خریدار ہوگا ؛

فہرست کتب انعامی یہ ہے

ختم نبوت کی حقیقت ۸ر۔ مباحثہ مونگیر ہر دو حصہ ۵ر۔ عبرت ایک احمدی خاتون کا ناول ۸ر۔ تصدیق کلام ربانی بجواب اسلام کے بانی کی کہانی ۸ر۔ شدھی کی اشدھی آریوں کا لاجواب رد انعامی پانسو روپیہ ۶ر۔ بدر کلام ۴ر۔ ازالۃ الشکوک ۲ر۔ یہ ہر دو رسالے آریوں کے پیش کردہ اعتراضوں کے جواب میں قابلدید ہیں ؛ پیدائش عالم۔ بانی آریہ سماج کے مسئلہ قدامت عالم کی لاجواب تردید اس کے اپنے قولوں سے ۳ر۔ رسالہ گوشت خوری ۲ر۔ دیوک توحید کا آئینہ ۲ر۔ ایک مسلمان کا پیغام سکھ صاحبان کے نام ۱ر۔ تنبیہہ زبان دراز غلام حیدر مرتد آریہ کا جواب ۱ر۔ دو ہر کا کچا چٹھا عجیب ہے۔ ۱ر۔ گائے کی عظمت پر نظم ۱ر۔ کلام الامام نظم ۱ر۔ ہدیہ قاسم نظم ۱ر۔ ازہاق الباطل مولوی محمد علی امیر پیغام لاہور پارٹی کا جواب ۲ر۔ صادق کلمات بجواب ثنائی ہفوات ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث کا جواب ۴ر۔ اصلاح البشر ۲ر۔ قال اللہ ۲ر۔ علاج حرص ۱ر ؛

نوٹ:۔ ان کتابوں میں سے جو کتاب ختم ہوجائیگی اس کی بجائے منیجر فاروق کو اسی قیمت کی کسی دوسری کتاب کے بھیجنے کا حق ہے ؛ درخواستیں جلد دفتر فاروق میں آنی چاہئیں ؛